بابو خیر اللہ امیدوار حلقہ نمبر 15

پیغام تنظیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محترم بابو خیر اللہ صاحب! میں محمد مرزا آزاد اپنے دوستوں اور پیغام تنظیم کے تمام رفقاء کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہمیں گفتگو کرنے کا موقع دیا۔ تاکہ ہم آپ کے نظریات، آپ کی سوچ اور منشور کے متعلق جان سکیں اور اسے بلاکم و کاست عوام کے سامنے پیش کرسکیں۔ باقاعدہ انٹرویو سے پہلے میں چاہوں گا کہ آپ اپنا ایک مختصر تعارف کرائیں۔

بابو خیر اللہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب میں 1962 سے پاکستان ہائیڈرو الیکٹرک سینٹرل لیبر یونین کے ساتھ منسلک رہا ہوں جو تقریباً 2000 تک چلتی رہی۔ 1970 کو واپڈا نے اسے ٹیک اوور کرلیا۔ اور ہم نے وہاں واپڈا ایمپلائز یونین تشکیل دے دیا۔ بنیادی طور پر میں پی این پی کے ساتھ منسلک رہا ہوں۔ یہ پہلے نیشنل عوامی پارٹی تھی بعد میں چلتے چلتے اس کی حکومت ختم ہوگئی اور یہ پاکستان نیشنل پارٹی میں ڈیزالو ہوگئی جس کا سربراہ مرحوم غوث بخش بزنجو صاحب تھے۔ 1988 کو میں نے پی این پی کو بھی چھوڑ دیا اور گوشہ نشین ہوگیا کیونکہ غوث بخش بزنجو صاحب کے بعد پارٹی کے نظریات بدل گئے اور وہ ایک قوم پرست پارٹی بن گئی۔ ہم کچھ پرانے ساتھی علیحدہ بیٹھے رہے۔ 1970 سے سردار اسحاق خان مرحوم اور کیپٹن سلطان علی مرحوم کے زمانے سے میں سیاست میں ہوں اور اس زمانے میں ہم سیاست میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، آپ نے تعلیم کہاں تک حاصل کی ہیں اور آپ کا مضمون کیا تھا؟

بابو خیر اللہ: غربت کی وجہ سے میں میٹرک سے آگے نہ پڑھ سکا۔ میں نے 1960 میں میٹرک کیا تھا۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، کیا آپ مطالعہ کرتے ہیں؟

بابو خیر اللہ: خواہ مخواہ کرنا پڑتا ہے۔ کبھی کوئی لٹریچر ہاتھ آیا تو اس کا مطالعہ کرتے رہے۔

پیغام تنظیم: مطالعہ کے دوران آپ کس سیاسی مفکر سے زیادہ متاثر ہوئے؟

بابو خیر اللہ: متاثر کیا ہونا ہے؟ ہمارا مقصد تو صرف یہ تھا کہ ہزارہ، جو ایک چھوٹی اور پیاری قوم ہے۔ اسے تحفظ میسر ہوں۔ ہمارا یہی طرز فکر تھا۔ پھر ساتھ ساتھ میں چونکہ ملازمت میں بھی تھا، اس لئے کھلم کھلا سیاست کی گہرائی میں نہیں اتر سکتا تھا بس باہر ہی باہر ہائے ہو اور ہلہ گلہ مچاتا رہتا تھا۔

پیغام تنظیم: آپ کا پسندیدہ رنگ کون سا ہے؟

بابو خیر اللہ: میرا پسندیدہ رنگ وائٹ اور ہاف وائٹ ہے۔

پیغام تنظیم: کون سا کھیل پسند ہے اور پسندیدہ کھلاڑی کون ہیں؟

بابو خیر اللہ: میرا پسندیدہ کھیل فٹ بال ہے اور قیوم چنگیزی میرے فیورٹ کھلاڑی ہیں۔ میں خود بھی کسی زمانے میں یونس نازن اور علی محمد وغیرہ کے ساتھ ہزارہ کلب میں کھیلتا رہا ہوں۔

پیغام تنظیم: آپ کو کب اور کس بات پر غصہ آتا ہے اور آپ اس پر کیسے قابو کرتے ہیں؟

بابو خیر اللہ: مجھے ناجائز بات پر سخت غصہ آتا ہے۔ اور جب غصہ آتا ہے تو قابو نہیں ہوتا۔ میں فوراً اسی وقت ردعمل کا اظہار کردیتا ہوں چاہے سامنے جو کوئی بھی ہو، میں منہ پر بات کہہ دیتا ہوں پیٹھ پیچھے برائی بالکل نہیں کرتا۔ (اس کے بعد بابو صاحب نے انجمن ناصر آباد کا ایک واقعہ سنایا جو بہت دلچسپ تھا)

پیغام تنظیم: آپ سیاست کی کن مختصر الفاظ میں تعریف کرتے ہیں۔؟

بابو خیر اللہ: سیاست کا لفظی اور لغوی معنی ہی دروغ گوئی ہے۔ یعنی جھوٹ بول کے کام چلاؤ۔

پیغام تنظیم: جمہوری اقدار کو فروغ دینے کے لئے ہمیں کیا اقدامات کرنے چاہیے؟

بابو خیر اللہ: ہم چونکہ ایک چھوٹی قوم ہیں۔ اور کچھ تعداد جو بعد میں مائیگریٹ کرکے یہاں آئے ہیں۔ وہ مستقل نہیں ہیں بلکہ آنے جانے والے لوگ ہیں۔ باقی جو ماشاءاللہ یہاں کے مستقل اور پکے باشندے ہیں ان کی تعداد پٹھانوں اور بلوچوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ اس لئے ان کی ٹکر میں کھڑا ہونا نادانی ہے ہمیں کسی نہ کسی کا سہارا لینا پڑے گا۔ تب جاکر آپ اپنے مطالبات منوا سکتے ہیں۔ ایک پھول سے بہار نہیں آسکتا۔

پیغام تنظیم: آپ آزادی تقریر اور آزادی تحریر کے کس قدر حامی ہیں۔؟ کیا ان آزادیوں کے بغیر جمہوری روایات فروغ پاسکتی ہیں۔؟

بابو خیر اللہ: تحریر تو بہرحال ایک حیثیت رکھتی ہے کیونکہ وہ ریکارڈ ہو جاتا ہے۔ تقریر اگر حقائق پرمبنی ہوں چاہے تلخ ہی کیوں نہ ہو، اچھا لگتا ہے۔ اس لئے آزادی ہونی چاہیے۔ اس کے بغیر جمہوریت فروغ نہیں پا سکتی۔

پیغام تنظیم: آپ کا تعلق کس سیاسی جماعت سے ہے؟ یا آپ کس سیاسی پینل سے انتخاب لڑ رہے ہیں؟

بابو خیر اللہ: میں نے کہا کہ 1988 کو میں نے پی این پی چھوڑ دیا تھا۔ اب بس یوں سمجھیں کہ میں پیپلز پارٹی کی حمایت یافتہ یا سمجھو.... عوام دوست پینل کی حیثیت سے کھڑا ہوں۔ اس میں قومیت کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

پیغام تنظیم: بابو خیر اللہ صاحب، آپ ایک جمہوری عمل کے نتیجے میں انتخابات لڑ رہے ہیں۔ شکست کی صورت میں اپنے حریف پینل کے ساتھ آپ کا عملی رویہ کیسا رہے گا۔ ؟

بابو خیر اللہ: دیکھیے بات یہ ہے کہ سیاست میں ہار جیت ہوتی ہی ہے۔ اگر انسان جیت پر قانع ہے تو اسے شکست پر بھی قانع ہونی چاہیے۔ یہ تو ایک اخلاقی خوبی ہے۔ کہتے ہیں کہ دو پہلوان جب میدان میں آتے ہیں تو ایک کو گرنا پڑتا ہے۔ قتل تو نہیں ہوتا ہے۔ وجود تو قائم رہتی ہے انسان کو تعاون کرنی چاہیے۔ یہ نہ ہوا گلے سالوں تک دشمنی پالتی رہے۔

پیغام تنظیم: آپ صدر پرویز مشرف صاحب کے خارجہ پالیسیوں مثلاً دہشت گردی کے خلاف جنگ کو کس نظریے سے دیکھتے ہیں؟

بابو خیر اللہ: میرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اہل تشیع کے لئے یہ ایک آفاقی امداد تھی۔ نہیں تو یہاں سے ہمارا وجود ہی ختم ہو جاتا۔ اس حد تک نفرتیں اور انتشار بڑھ گئی تھی۔

پیغام تنظیم: تنظیم نسل نو ہزارہ مغل کے متعلق آپ کتنی معلومات رکھتے ہیں اور آپ کی معلومات کا سورس کیا رہا ہے۔ بالواسطہ یا بلاواسطہ۔؟

بابو خیر اللہ: تنظیم نسل نو ہزارہ سے میں نے کبھی رابطہ نہیں رکھا ہے۔ البتہ تنظیم والے سارے میرے بھائی ہیں جیسے غلام علی صاحب اور دوسرے ہیں۔ ہمارے خالق داد بھائی سیکریٹری کی حیثیت سے وہاں کام کرتے رہے ہیں۔ لیکن میں نے کبھی اس طرف توجہ ہی نہیں دی اور نہ ہی دلچسپی لی ہے، کیونکہ میں ایک ملازم پیشہ تھا۔

پیغام تنظیم: کیا آپ تنظیم سے شائع ہونے والے رسالوں کو پڑھتے ہیں؟

بابو خیر اللہ: نہیں، کبھی نہیں۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، آپ تنظیم کے شعبۂ تعلیم، شعبۂ سپورٹس، سماجی، سیاسی، فلاحی، قومی اور ثقافتی خدمات کو کس طرح سے دیکھتے ہیں۔؟

بابو خیر اللہ: دیکھیں! قوم کے لئے۔ کیونکہ ہم ایک غریب قوم ہیں اور یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم بلوچستان کے دل میں رہ رہے ہیں۔ یہاں جو بھی قوم کے لئے کام کر رہے ہیں ہم اس کی عزت کرتے ہیں۔ تنظیم تو ماشاءاللہ بہت کچھ کر رہی ہے جتنے شعبے کا آپ نے نام لیا ہے ان سب شعبوں میں تنظیم کی خدمات قابل ستائش ہے۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، اتنی ساری کارکردگیوں کے باوجود اگر کوئی یہ کہے کہ تنظیم نے کیا کیا ہے۔ تو اسے کیا کہا جائے۔؟

بابو خیر اللہ: خیر یہ تو انسان کا وطیرہ ہے۔ مثلاً میرا بیٹا ہے، میں ساری زندگی اسے کھلا پلا کر بڑا کرتا ہوں۔ اور وہ بڑا ہو کر یہی کہے گا کہ تم نے میرے لئے کیا کیا ہے؟ جب اولاد ہی خوش نہیں ہوتی ہے تو ادارے سے تو کوئی بھی خوش نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ درمیان میں کوئی تحریری معاہدہ تو ہوتا نہیں ہے جو کہ ثبوت رہے۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، بطور ایک تعلیم یافتہ فرد قوم کے اگر آپ نے قومی اور سیاسی پلیٹ فارم سے کوئی خدمات انجام دیئے ہوں تو ہمیں بھی بتائیں۔

بابو خیر اللہ: میں نے کہا کہ میں نے سیاسی ورکر کی حیثیت سے خدمات انجام دیئے ہیں۔ اللہ جنت نصیب کرے حاجی سلیمان خان اور حاجی اشرف صاحب کے ساتھ میں نے بڑھ چڑھ کر سیاست میں حصہ لیا تھا۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، آپ سیاست کیونکر کر رہے ہیں کیونکہ ہر سیاستدان پہلے قوم کے خادم کا دعویدار ہوتا ہے اور بعد میں آقا بن جاتے ہیں۔؟ آپ اپنے آپ کو ان سے کیسے مختلف پاتے ہیں؟

بابو خیر اللہ: اس خطے میں کوئی بنیادی پروگرام ہے ہی نہیں۔ اس لئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ جیسے میرے ساتھ ہوا ہے کہ چند یار دوست آ گئے اور انہوں نے کہا کہ آپ نے الیکشن لڑنا ہے۔ حالانکہ میں پہلے انکار کرتا رہا۔ پھر بعد میں کہا کہ جب آپ لوگ زحمت کر کے آئے ہیں تو چلیں یونہی سہی۔ ہارنا تو ہے ہی نا۔ بس عوام کو شعوری طور پر بنانا چاہیے۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، اب چونکہ آپ ناظم کے امیدوار کی حیثیت سے سیاسی عمل میں باقاعدہ شریک ہو گئے ہیں۔ کیا آپ عوام کے سامنے اپنی جائداد کے گوشوارے پیش کریں گے؟

بابو خیر اللہ: یار، اصل بات تو یہ ہے کہ ہماری کوئی جائیداد ہی نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے۔ اگر ہم چار اینٹوں پر مشتمل اس مکان کو جائیداد کہیں تو اس کا نہ کوئی فرد ہے اور نہ ہی

کوئی حیثیت۔ بس سر چھپانے کا ایک ملبہ ہے اور کچھ بھی نہیں۔

پیغام تنظیم: سنا ہے کہ آپ کو ایک سازش کے تحت پیپلز پارٹی کی طرف سے میدان میں اتارا گیا ہے۔ آپ کے حلقے میں آپ کے حامی بہت کم ہیں۔ آپ کو ہزارہ قوم سے زیادہ غیروں کے مفادات عزیز ہیں۔ آپ خود کیا کہتے ہیں؟

بابو خیر اللہ: بہرحال، سیاسی میدان میں آنے سے مخالفین کیچڑ تو اچھالتے ہی ہیں۔ بھئی میں طاہر خان ہزارہ کو جواب دہ ہوں۔ آغا عباس کو جواب دہ ہوں اور نہ ہی مراد ماما کو، میں کسی کو جواب دہ نہیں ہوں۔ اگر وہ مجھے جواب دہی کے لئے طلب کریں تو شاید میں کچھ اور جواب دوں۔ میں اپنے ضمیر کا جواب دہ ہوں۔ لوگوں کا کیا ہے لوگ تو کہتے رہتے ہیں۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، یہ ایک حقیقت ہے کہ انتخابات میں بہت سارا خرچہ بھی ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے حکومت نے ایک حد تک پابندی بھی عائد کر دی ہے تو آپ نے انتخابات کے لئے کتنی رقم رکھ چھوڑی ہیں؟

بابو خیر اللہ: دیکھیے میرے پاس کوئی بڑی رقم نہیں ہے۔ میں ایک ملنگ آدمی ہوں۔ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اگر بیس تیس ہزار تک خرچہ آتا ہے تو ٹھیک ہے اس سے زیادہ میں افورڈ کر ہی نہیں سکتا۔ سمجھ گئے نا۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ بالکل ایک غیر سیاسی شخصیت ہیں۔ آپ سے پہلے جو بڑے بڑے دعوے دار آئے انہوں نے علاقے کے لئے کیا کیا، کہ اب آپ بھی ناظمی کے خواب دیکھنے لگے ہیں۔؟

بابو خیر اللہ: دیکھیے بات خواب دیکھنے کی نہیں ہے۔ اس سے پہلے ہمارے پاس بارہ حلقے تھے اور اب گھٹ کر صرف چھ رہ گئے ہیں۔ اس سے پہلے جو بھی لوگ آئے تھے اچھے یا برے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ سارے علاقوں سے ماشاءاللہ ہمارا علاقہ ہر چیز میں یعنی بجلی، پانی، گیس اور دوسری سہولیات کے لحاظ سے بہتر ہے۔ اب اگر ہم یہ کہیں کہ انہوں نے کام نہیں کیے ہیں تو یہ ہماری کم ظرفی ہوگی۔ انہوں نے اچھے کام کیے ہیں۔ باقی انہوں نے جو دائیں بائیں مارے ہیں، یہ تو پاکستان کا کلچر بن چکا ہے۔ یہاں کون اچھا ہے؟

پیغام تنظیم: بابو صاحب، ہزارہ قوم کے اندر آپ کا پسندیدہ سیاستدان اور شخصیت کون ہیں اور کیوں؟

بابو خیر اللہ: یار، ہزارہ قوم کے اندر، دیکھو میں تمہیں ایک چیز بتاؤں۔ (کچھ سوچتے ہوئے) میں کسی سے متاثر نہیں ہوں۔

پیغام تنظیم: الیکشن کا یہ سسٹم بالکل نیا ہے اور اپنے دوسرے مرحلے میں داخل ہو رہا ہے جس میں آپ الیکشن لڑ رہے ہیں۔ اس سسٹم میں آپ کو کیا خوبیاں اور خامیاں نظر آتی ہیں؟

بابو خیر اللہ: انسان کے بنائے ہوئے ہر نظام میں خوبیاں بھی ہوتی ہیں اور خامیاں بھی۔ حتیٰ کہ ملک کے قانون میں بھی یہ دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اس سسٹم میں کم از کم یہ خوبی تو ہے کہ ٹی ناظم کو کمشنر کے اختیارات دیئے گئے ہیں۔ مثلاً میں آپ کو بتاؤں۔ پہلے باہر سے کوئی کمشنر آتے تھے تو وہ یہاں کے قبائل اور لوگوں کو جانتے ہی نہیں تھے۔ اگر کوئی لوکل سرٹیفکیٹ کے لئے ان کے پاس چلا جاتا تھا تو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتے تھے۔ اب یہ کام ٹی ناظم کا ہے اور ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں۔ یہ سہولت ہے۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، عوام کی طرف سے یہ شکایت سننے کو ملی ہے کہ سابقہ نمائندے اچھے معیاروں پر منتخب نہیں ہوئے تھے۔ اسی لئے وہ عوام کے توقعات پر پورا نہیں اترے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

بابو خیر اللہ: دیکھیں بات یہ ہے کہ اگر عوام مکمل طور پر جمہوری عمل میں حصہ لیتی ہیں اور اپنا ووٹ کاسٹ کرنے کے لئے گھروں سے نکلتے ہیں تو ٹھیک ہے، ورنہ یہاں تو لوگوں کی اکثریت ووٹ ڈالنے کے لئے گھروں سے ہی نہیں نکلتے۔ تو ان کو بولنے کا حق بھی نہیں ملنا چاہیے۔

پیغام تنظیم: پچھلی مرتبہ ہماری قوم کے تمام ناظمین، نائب ناظمین اور کونسلروں نے اوپر کی سطح پر اپنے آپ کو منوانے کے لئے خالق ہزارہ کو منتخب کیا تھا۔ مگر بعد میں سب کے سب ان سے خائف رہنے لگے۔ اور ان کا کہنا تھا کہ وہ ہمارے ووٹوں سے منتخب ہونے کے بعد وہ ان کے فنڈز کو روکتے تھے اور ترقیاتی پروجیکٹس کے راستے میں روڑے اٹکاتے رہتے تھے۔ آپ کیا کہتے ہیں؟

بابو خیر اللہ: اس وقت پاکستان میں جو سیاسی کلچر رائج ہو چکا ہے۔ یہ سب اسی کے پیدا کردہ ہیں اور کچھ بھی نہیں۔ ہر ایک کو اپنا گریبان دیکھنا چاہیے۔

پیغام تنظیم: سننے میں آیا ہے کہ اس وقت ناظمین اور نائب ناظمین ایک دوسرے پر ذاتی نوعیت کے الزامات لگا رہے ہیں اور کیچڑ اچھال رہے ہیں۔ کیا ایسا رویہ درست ہے؟

بابو خیر اللہ: دیکھیں! جیسے ہمارے چترال کو ففٹی پرسنٹ پیپلز پارٹی چلا رہی ہے، اسی طرح یہاں جتنے بھی پینل وجود میں آئے ہیں۔ اس کے پیچھے کسی نہ کسی سیاسی جماعت کا ہاتھ ہے۔ اور سیاسی نظریات سے ہٹ کر یہاں کا ہر امیدوار ایک دوسرے کو ذاتی اعتبار سے بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔ کوئی کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ اس الیکشن میں ہماری بہنیں اور بیٹیاں بھی حصہ لے رہی ہیں۔ اس لئے ہمیں ایک دوسرے کے جذبات اور ذاتی حیثیت کا خیال رکھنا چاہیے۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، سننے میں آیا ہے کہ آپ کے نائب ناظم کمونسٹ خیالات رکھتی ہیں اور آپ مذہبی خیالات، یہ سلسلہ کیسے آگے بڑھے گا۔؟

بابو خیر اللہ: یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کمونسٹ یا سوشلسٹ نظریات رکھنے والے پابند صوم صلوٰۃ نہیں ہوتے ہیں۔ بہر حال جو بھی عوام کی خدمت کے جذبے کے ساتھ آگے آتے ہیں وہ اچھے لوگ ہوتے ہیں۔ ہمیں اپنی نیت صاف رکھنی چاہیے۔ ہمیں کسی کے نظریات سے کیا لینا ہے۔ باقی عیسیٰ بہ دین خود، موسیٰ بہ دین خود۔ میرا گھرانہ شروع سے مذہبی رہا ہے۔ سفر کے دوران میں نے وہابیوں کے مسجد میں بھی نماز پڑھی ہیں۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، کامیابی کی صورت میں آپ ہمارے علاقے میں گرتی ہوئی معیارِ تعلیم کو بلند کرنے کے لئے کیا پروگرام رکھتے ہیں۔ اور ایک مہینے میں آپ تقریباً کتنی مرتبہ سکولوں کا دورہ کریں گے۔؟

بابو خیر اللہ: بات یہ ہے کہ یہ آئندہ کے حالات پر منحصر ہے کہ مستقبل میں کیسے حالات ہوں گے۔ اگر میں کامیاب ہو جاتا ہوں تو میرا یہ پروگرام ہے کہ ہمیں نالیوں اور سڑکوں کی اتنی ضرورت نہیں، پانی اور سٹریٹ لائٹ کی بھی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ باقی جو غریب اور نادار طلباء ہیں، ان کی مدد اور دستگیری کی زیادہ ضرورت ہے جس طرح پنجاب اور سندھ میں پروگرام شروع کئے گئے ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی طلباء کو وردی اور کتابیں مفت ملنی چاہیے تاکہ علم کی روشنی پھیل جائے۔ یہ میری ذاتی رائے ہے۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، کیا ہماری قوم کے اندر تمام تر پارٹیوں پر مشتمل ایک اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔ اگر ہاں تو کیسے؟

بابو خیر اللہ: بالکل ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے اگر ہم قبائلی سسٹم جس کو طائفہ پرستی کہتے ہیں ان کو قابو کرنے میں کامیاب ہو جائیں، تو اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ٹرائبل سسٹم کے اندر پرانے اور پسماندہ خیالات کے لوگ پائے جاتے ہیں جو ساری برائیوں کی جڑ ہے۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، اس وقت ہمارے نوجوانوں میں انتشار انتہائی حدوں کو پہنچی ہے۔ کوئی بڑے چھوٹے کا لحاظ نہیں، افراتفری کا سا عالم ہے، بے چینی ہے۔ آپ اس کے حل کے لئے کیا تجاویز رکھتے ہیں؟

بابو خیر اللہ: ایک پرانا مقولہ ہے کہ جو آپ کا ہمسایہ ہے نا، خدا کرے وہ بھوکا نہ ہو۔ ہمسائے کو تھوڑا بہت ثروت مند ہونا چاہیے۔ اگر آپ کا ہمسایہ بھوکا ہے تو پھر قدرتی بات ہے کہ وہ آپ کے گھر میں پتھر بھی پھینکے گا۔ اینٹ بھی مارے گا۔ گالی گلوچ بھی کرے گا، سب کچھ کرے گا۔ اس کے لئے ہمیں چاہیے کہ جو بے کار نوجوان ہیں ان کو کہیں کھپا دیں۔ تاکہ وہ اپنے روزگار پر لگ جائیں۔ تو یہ سب افراتفری اور شر پسندی خود بخود ختم ہو جائیں گی۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، آپ کے خیال میں ہم اپنے معاشرتی اقدار کو کس طرح سے محفوظ کر سکتے ہیں۔ جبکہ ایک طرف سے میڈیا کے ذریعے عجیب و غریب چینلز کو عام کیا جا رہا ہے؟

بابو خیر اللہ: یہ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ کیا آپ نے کبھی کسی ٹی وی چینل پر کوئی ایسی فلم یا کوئی ایسا ڈرامہ دیکھا ہے جس کے آخر میں بد کردار لوگوں کو کامیاب ہوتے دکھایا گیا ہو؟ ہر جگہ بُرے کے انجام کو بھی بُرا ہی دکھایا جاتا ہے۔ ان حالات میں جب ہر طرف چینلز کی بھرمار ہے اگر ہمارے نوجوان باشعور ہوں اور مشاہدہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو وہ اچھے اور برے میں تمیز کر لیں گے۔ اور سمجھ جائیں گے کہ معاشرے میں ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی نہیں ہوتی ہیں جو غلط کام کرتے ہیں۔ تو بدی اور نیکی، اندھیرا اور اجالا، یہ ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گے۔ اس لئے جب تک ہم بدی کو نہ دیکھیں تو نیکی ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتی۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، گذشتہ برسوں میں ہماری قوم کو ناقابلِ جبران نقصانات اور سانحات دیکھنے پڑے۔ بحیثیت ایک روشن فکر اور ذمہ دار فرد قوم کے آپ کا اس میں کیا رول رہا۔؟

بابو خیر اللہ: دیکھیے ہمیں افسوس اسی بات کی ہے۔ کہ جس طرح پودگلی اور سریاب روڈ کا سانحہ پیش آیا پھر امام بارگاہ کلاں اور عاشورا کے سانحات وقوع پذیر ہوئے۔ اس وقت قوم کی طرف سے ناظمین، نائب ناظمین اور ہمارے صاحبِ اقتدار وزیر پر دباؤ ڈالے جا رہے تھے کہ احتجاجی استعفیٰ پیش کئے جائیں کیونکہ حکومت ہمیں تحفظ نہیں دے سکتی۔ ہمیں یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ ان میں سے کسی نے بھی قوم کے مطالبات پر اپنا عہدہ چھوڑنے کی ہمت نہیں کر سکے۔ چونکہ اس سانحات کے دوران میں ایک عام فرد تھا۔ اس لئے کون میرا کہنا مانتا؟ یا میں کیا کر سکتا تھا۔؟

پیغام تنظیم: بابو صاحب، چونکہ اب آپ ایک ذمہ دار پوسٹ پر متعین ہونے جا رہے ہیں تو کرنل یونس چنگیزی اور میجر نادر علی کے اختلافات پر کیا رائے رکھتے ہیں؟

بابوخیر اللہ: میں نے پہلے بھی آپ سے اشارتاً کہا تھا کہ دونوں کٹ پتلی بن گئے ہیں۔ایک ، ایم ایم اے کا اور دوسرا مسلم لیگ پارلیمانی گروپ کا۔ابھی آپ ایم ایم اے کو دیکھیں کیا وہ ایک شیعہ کی حمایت کرے گی؟ کبھی نہیں۔وہ یہی چاہتے تھے کہ ان کو لڑاؤ۔لڑاؤ، تاکہ یہ دونوں خراب ہو جائیں اور وہ خود فائدہ اُٹھائیں۔آپ دیکھیں ماشااللہ یہاں سے مکران تک بلوچوں کی آبادی ، اور ڈیرہ غازی خان تک پٹھانوں کی آبادی پھیلی ہوئی ہے۔ہم دو ہمسایوں کے ایک بڑے محلے میں رہ رہے ہیں۔ ہمارے دو آدمیوں کو خراب کرنا۔۔۔قصور ان دونوں کا بھی نہیں ہے۔ان کو بھی ایک رسی کا سہارا چاہیے تھا مگر۔۔۔پھر اس سہارے کے لئے دونوں مارے گئے۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب ، سیاسی حلقوں کا کہنا ہے کہ ایک بیوروکریٹ کو چاہیے کہ وہ ایک عوامی نمائندے کا احترام کرے۔ کیونکہ وہ عوام کے ووٹوں سے منتخب ہو کر آتے ہیں۔ اس کے ساتھ تعاون کرنا ان کا فرض ہے۔نہ کہ وہ اس کی رقابت پر اتر آئے اور۔۔۔

بابوخیر اللہ: دیکھیں ، جمہوری عمل کا مطلب ہی یہی ہے کہ اختیارات جو ہیں وہ منتخب ممبر کے ہاتھ میں ہوں۔ بیوروکریٹ تو ایک ادارہ کو چلانے والا ہوتا ہے۔اس کو یہی ذمہ داری سونپی جاتی ہے کہ جو بھی Expenditure وہ کرے وہ عوامی نمائندے کی مرضی کے مطابق ہو۔اگر ان دونوں کو کہیں لڑا دیے گئے ہیں تو ان کی طاقت کو ختم کرنے کے لئے۔حالانکہ دونوں ایک ہی گلی میں رہتے ہیں بس ایک امام بارگاہ کا دروازہ بیچ میں ہے۔دونوں ایک ساتھ ایک محلّہ میں بڑے ہوئے ہیں۔افسوس تو اسی بات کا ہے۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب ، بعض حلقوں کا کہنا ہے کہ مجسٹریٹ اپنا سیاسی مقام بنانے کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔جبکہ بحیثیت ایک بیوروکریٹ کے ان کو یہ اختیار حاصل نہیں۔آپ کی کیا رائے ہے؟

بابوخیر اللہ: یہ بھی ہوسکتا ہے۔کیونکہ ہر انسان اپنے مستقبل کے لئے اچھے یا برے منصوبہ بندی کرنے کا حق رکھتا ہے۔اب جس طرح میں بغیر کسی پیش بندی یا پروگرام کے اچانک آ گیا ہوں۔ ہر کوئی اس طرح تو نہیں کرتا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا کوئی پری پلاننگ ہو۔اگر ایسا کوئی معاملہ ہے تو ہمیں کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟ چھ آدمی اور ہوں۔کرنل یونس کی طرح تمیں آدمی اور ہونے چاہیے۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب ، عوام کا یہ بھی کہنا ہے کہ کرنل یونس چنگیزی صاحب اپنے تمام وعدے بھول گئے جو انہوں نے الیکشن جیتنے سے پہلے کئے تھے۔اس نے اپنے کئے ہوئے وعدوں میں سے بیس فیصد بھی پورا نہیں کر پائے۔آپ کی کیا رائے ہے؟

بابوخیر اللہ: یار یہ ایسی بات ہے جس پر ہنسنا چاہیے۔کسی کے بقول بھٹو صاحب جب الیکشن کے دوران تقریر کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ میں روٹی ، کپڑا اور مکان دوں گا مگر آج تک کسی کو میسر نہیں۔تو ، بلند و بانگ دعوے کرنے پڑتے ہیں لیکن ایک آدمی ہر ایک کے ڈیمانڈ کو پورا بھی تو نہیں کرسکتا نا۔سمجھ گئے۔اگر ایک آدمی کو سارے بلوچستان کے فنڈز بھی دے دیئے جائیں تو وہ ہر آدمی کو راضی نہیں رکھ سکتا۔اب جس طرح ہمارے سابقہ وزیر سردار نثار کے ساتھ ہوا ہے کہ کھایا پیا اس کے سالے نے ، مگر کیس وہ بھگت رہے ہیں۔سات سال قید اور کروڑوں کا جرمانہ اسے بھرنا پڑ رہا ہے۔

اگر ان کے پیچھے قوم کھڑی ہو جائے تو اس طرح نہیں ہوسکتا۔چونکہ اس کے پیچھے قوم نہیں ہے۔اس لئے جو گیم کھیلا گیا وہ باقی سب تو جیت گئے ، مگر وہی گیم سردار نثار کے گلے میں فٹ ہو گیا۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب ، بعض حلقوں کا کہنا ہے کہ پیپلز پارٹی والے حلقہ پی بی ۲ میں ایک سیاسی کھیل کھیل رہی ہے اس لئے جو بھی ان کے ہاتھ آ گیا انہوں نے میدان میں اتار دیا۔آپ کیا کہتے ہیں؟

بابوخیر اللہ: یہ میں نہیں کہتا بلکہ دنیا کہہ رہی ہے کہ پاکستان میں اس وقت پی پی پی سب سے منظم پارٹی ہے۔اور آنے والے الیکشن میں یہی پارٹی اقتدار حاصل کرے گی۔ 2007 کے الیکشن میں نہ 'ق' آئے گی نہ 'ن' اور نہ ہی ایم ایم اے آسکیں گی۔ بلکہ پی پی پی ہی آئے گی۔البتہ اس پارٹی سے ہمیں جو شکایت ہے وہ یہ ہے کہ جب یہ پارٹی بنی تھی تو بلوچستان کے اندر بالخصوص کوئٹہ شہر میں اس پارٹی کو سب سے پہلے ہزارہ قبیلے نے ہی ایک بنیاد اور پہچان دی تھی۔ یہ ایک سامنے کی حقیقت ہے۔لیکن جب یہ اپنی سیٹیں جیت گئیں تو ہزارہ قوم کو نظر انداز کیا گیا۔کیوں؟ اس لئے کہ دو بڑی قومیں بیچ میں آ گئیں تھیں۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب ، لوگ کہتے ہیں کہ اب پی پی پی میں وہ پرانے اور مخلص لوگ نہیں رہے بلکہ پی بی ۲ میں مفاد پرست اور محض تجارت کی بنیاد پر پارٹی کو چلانے والے لوگ آ گئے ہیں۔

بابوخیر اللہ: مجھے اچھی طرح یاد ہے ، ایک مرتبہ میں نے مرحوم حاجی سلیمان سے کہا تھا کہ یہ جو بڑے سیاستدان ہوتے ہیں۔اس کو سیاست کھیلنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کو تو ویسے ہی گورنر شپ اور کروڑوں روپے کے فنڈ مل رہے ہیں ، سہولیات مل رہی ہیں ، روپیہ پیسہ اور سب کچھ مل رہی ہیں پھر اس کے باوجود یہ سیاست میں کیوں خوار ہو رہے ہیں؟ تو جانتے ہو انہوں نے کیا جواب دیا تھا؟ انہوں نے کہا تھا کہ دیکھو ، ایک آدمی اگر قاتل ہے اس کے پاس ذاتی جیل اور قید خانے ہیں اور وہ خود اپنے قاتل ہونے کا علم بھی رکھتا ہے

قدرتی بات ہے کہ ایسے آدمی کے بہت سارے دشمن ہوں گے، اب اگر کوئی اس کو مارنا چاہے تو یوں منٹوں میں مار سکتا ہے، ایسے حالات میں اگر اس کے پاس حکومت اور طاقت بھی نہ ہو تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کا کیا انجام ہوگا۔ تو یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ وہ اپنے تحفظات کے لئے سیاست کا رخ کرے گا۔ اب پی بی ۴ میں پی پی پی کو چلانے والوں کے پاس کیا ہے؟ ایک مائنز ہے اور روڈ پوز ہیں اور ۔۔۔ اس لئے انہوں نے بھی اپنے تحفظ کے لئے جو قدم اٹھایا ہے وہ ٹھیک ہے۔ لیکن جہاں پیپلز پارٹی کا منشور ہے وہ ایک الگ چیز ہے۔ اس میں ہر آدمی کو بلا تفریق رنگ، نسل، مذہب و قومیت کے یکساں حقوق دلانے پر زور دیا گیا ہے۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ پیپلز پارٹی بھی اب وہ پارٹی نہیں رہی جو شہید ذوالفقار علی بھٹو کی پارٹی تھی بلکہ اب یہ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی پارٹی بن چکی ہے۔ اس پر آپ کیا کہتے ہیں؟

بابو خیر اللہ: قائداعظم محمد علی جناح کی رحلت کے بعد آج تک آپ نے پاکستان کے اندر کبھی کسی غریب کو صدر یا وزیراعظم بنتے دیکھا ہے؟ سب جاگیردار ہیں، سرمایہ دار ہیں، نواب ہیں، صنعت کار ہیں۔ یہی لوگ بڑے عہدوں پر آتے ہیں کیونکہ پاکستان اور پاکستان کی سیاست انہی طبقوں کے دستِ نگر میں چل رہی ہے۔ شروع سے یہی سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ اب جا کر کہیں یہ قانون بن گیا ہے کہ اسمبلی میں آنے والوں کو گریجویٹ ہونا چاہیے، اسمبلی اب بھی آدھے سے زیادہ خالی ہوتی ہے جہاں لوگوں کے مسائل پر بات چیت ہونی چاہیے، وہاں یہ لوگ صرف ڈیسک ہی بجاتے رہتے ہیں۔ آج اللہ کے فضل سے چار چھ لوگ ایسے بھی آ رہے ہیں جو حق بات بولنے والے ہیں۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، اس وقت ہماری قوم اور بالخصوص آپ کے حلقہ میں سب سے اہم مسئلہ کیا ہے اور آپ کے پاس اس کے حل کے لئے کیا تجاویز ہیں؟

بابو خیر اللہ: ایک مسئلہ جو نہ صرف میرے حلقے میں بلکہ ہر جگہ موجود ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ندی نالوں میں کچرہ پھینکتے ہیں۔ اور اللہ کے فضل سے آجکل بارشیں بھی نہیں ہو رہی ہیں اگر بارشیں ہو جائیں تو گندگی سڑکوں پر نکل آئیں گی۔ اس لئے صفائی کے نظام کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، آپ کے خیال میں عوام آپ کے پینل کو کیونکر انتخاب کریں گے جب کہ آپ سے بھی بڑے بڑے دعوے آپ کے حریف پینلز کر رہے ہیں؟

بابو خیر اللہ: یہ میں نے پہلے ہی واضح کر دیا تھا کہ میں نے جیتنا ہی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ سب پرانے کھلاڑی ہیں، اور ہم تو بالکل نئے آئے ہوئے ہیں اس لئے مجھے ہارنے سے کوئی دکھ بھی نہیں ہوگا۔ اگر مجھے ڈھائی سو ووٹ بھی مل جاتے ہیں تو میں سمجھوں گا کہ یہ میری کامیابی ہے۔

پیغام تنظیم: آپ کے مقابلے میں آپ کے حریف پینلز آموں کی سیاست کو فروغ دے رہے ہیں، آپ کے گھر میں مجھے کوئی آم بھی نظر نہیں آ رہے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

بابو خیر اللہ: میرے ہاں اللہ کے فضل سے سیاہ چائے بہت ہیں۔ باقی نہ آم ہے نہ آڑو ہے بھئی نہ گھوڑا ہے نہ گاڑی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں، کیا کہتے ہیں اسے ۔۔ گاؤ تکیے بھی نہیں ہیں۔

پیغام تنظیم: ہماری کمیونٹی میں قبائلی سیاست یعنی طائفہ گی کا بھی عمل دخل ہے۔ آپ اسے اپنی سیاست میں کون سا مقام دیتے ہیں؟

بابو خیر اللہ: دیکھیں، طائفہ پرستی پرانے سماجی ماہرین کے پیدا کردہ ایک ایسا سسٹم ہے جس سے وہ لوگ فائدہ اٹھاتے تھے۔ یہ اس زمانے کے لحاظ سے درست تھا مگر اب یہ ہمیں سوائے دوریوں کے اور بے اتحادی اور بے اتفاقی کے کچھ بھی نہیں دے رہی ہے۔ مثلاً پچاس گھرانوں پر مشتمل ایک سماجی اتحاد کو طائفہ کہا جاتا تھا مگر اب وہی پچاس گھرانے بڑھتے بڑھتے پانچ سو گھرانوں تک پھیل گئے ہیں اور اس پھیلاؤ سے ایک طائفہ چار پانچ ٹکڑوں میں بٹ گئے ہیں۔ جس کو بانٹنے کے پیچھے بعض لوگوں کی خود پرستی اور انا پرستی کے جذبات کارفرما تھے۔ اور ایسے بھی طائفے ہیں جو پندرہ گھرانوں پر مشتمل ہیں۔ اب اتنی تعداد میں الیکشن تو نہیں جیتی جا سکتی ہے۔ اس کو ہم سیاست نہیں بددیانتی کہہ سکتے ہیں۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، کہا جا رہا ہے کہ آپ اور آپ کے نائب ناظم کی طرف سے بھی غیر جمہوری ہتھکنڈے استعمال ہو رہے ہیں۔ آپ کیا کہتے ہیں۔؟

بابو خیر اللہ: میں تو آج تک کہیں نکلا ہی نہیں ہوں۔ میں اپنی بیٹی کی شادی میں مصروف رہا ہوں اس لئے میں نے ابھی تک کوئی کارنر میٹنگ بھی اٹینڈ نہیں کیا ہے۔ باقی جو میرے نائب ناظم اور سپورٹر ہیں وہ اپنی کوششیں کر رہے ہیں۔ اب میں ان کی زبانوں پر تالا تو نہیں ڈال سکتا۔

پیغام تنظیم: آپ نے اپنے کونسلروں اور نائب ناظم کا انتخاب کس معیار پر کیا ہے۔؟

بابو خیر اللہ: میں اپنی نائب ناظمہ نسرین تاج کے حوالے یہ کہوں گا کہ اس کا تعلق یونین کی سرگرمیوں سے رہا ہے۔ خصوصاً وومن فورم سے اس نے کافی جدوجہد کی ہیں۔ وہ ایک دلیر خاتون ہیں۔ اور اس کے پاس سماجی خدمت کے لئے فاضل وقت بھی بہت ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ اگر یہ محترمہ کامیاب ہو جاتی ہیں تو بحیثیت نائب ناظمہ کے یہ ہماری قوم کی پہلی خاتون ہوگی۔ اور عورتوں کے مسائل کے حل میں ہمیں اس سے بہتر سماجی کارکن نہیں مل سکتا ہے۔

پیغام تنظیم: ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے نیک ارادوں میں کامیاب کرے۔ کامیابی کی صورت میں آپ سب سے زیادہ توجہ کس شعبہ پر دیں گے۔؟

بابوخیراللہ: میری کوشش تو یہی ہوگی کہ ہمارے جو غریب اور نادار طلباء ہیں ان کے ساتھ حتی الامکان مدد کروں، کیونکہ نالی اور سڑکیں وغیرہ تو سب ٹھیک ہیں۔ہاں اگر کہیں کوئی ترقیاتی کام نکل آتا ہے تو اس کے لئے بھی کوشش کریں گے۔ ہمارے اردگرد پہاڑوں کے سلسلے ہیں اس لئے یہاں قلعہ بنانے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ باقی پینے کے پانی کے لئے بڑے ٹینک اور تالاب بننے چاہیے تا کہ لوگوں کے گھروں میں بغیر موٹر کے وافر مقدار میں پانی آ سکے۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، قارئین، عوام اور اپنے حلقے کے ووٹروں کے لئے کوئی خاص پیغام دینا چاہیں گے؟

بابو خیراللہ: میں تو یہی پیغام دوں گا کہ آپ لوگ اپنا ووٹ ضرور ڈالیں۔ یہ ایک جمہوری عمل ہے۔ جب تک لوگ اس میں حصہ نہیں لیں گے جمہوری عمل نامکمل رہ جائے گا۔ لوگ اپنے گھروں سے نکلیں اور جس کو مرضی ووٹ ڈال دیں، میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے ہی ووٹ دیں۔ مگر اپنا ووٹ ضرور استعمال کریں۔ تاکہ کل آپ اعتماد کے ساتھ اپنے نمائندے سے باز پرس کر سکیں۔ اب تو صورتحال ایسا ہے کہ پچاس آدمیوں میں سے صرف دس آدمی ووٹ ڈالنے آتے ہیں اور چالیس غیر حاضر ہو جاتے ہیں۔

پیغام تنظیم: بابو صاحب، ایک عوامی نمائندے میں سب سے بڑی کوالٹی اور سب سے اچھی خوبی کیا ہونی چاہیے۔؟

بابوخیراللہ: صرف عوامی نمائندہ ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان میں سب سے اچھی کوالٹی یہ ہونی چاہیے کہ وہ سچ بولے۔ سچ کو چھپانا نہیں چاہیے۔ سچ بولے بس۔ اور سچ کو کبھی شکست نہیں ہوتی۔

پیغام تنظیم: بابو خیراللہ صاحب، میں مرزا آزاد اپنی طرف سے اور اپنے تمام دوستوں کی طرف سے آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہمیں وقت دیا، ہمارے تند و تیز سوالات کا جواب دیا۔ آپ نے بڑے صبر و تحمل سے ہمارے ساتھ گفتگو کی، جس سے ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ آخر میں ایک ضمنی سوال یہ ہے کہ اس سے قبل ہماری قوم میں انٹرویو کا سلسلہ نہیں تھا ہم نے یہ نیا سلسلہ شروع کیا ہے کہ انتخابات سے قبل ہی امیدواروں کے انٹرویوز کے ذریعے، ان کے خیالات، افکار اور نظریات کو عوام تک پہنچائیں۔ ہماری اس کوشش کے بارے میں آپ کیا کیا خیال ہے؟

بابوخیراللہ: یہ اچھی بات ہے۔ ترقی یافتہ ملکوں میں عوامی نمائندے ٹیلی ویژن پر عوام کے سامنے اپنے انٹرویوز ریکارڈ کراتے ہیں اور وہ جو دعوے عوام کے سامنے کرتے ہیں انہیں وہ سب کچھ بعد میں کرنا پڑتے ہیں۔ کیونکہ میڈیا والے ریکارڈ کے توسط سے اس سے باز پرس کرتے رہتے ہیں۔ مگر یہاں کارز میٹنگوں اور جلسوں کے اندر بلند و بانگ دعوے کئے جاتے ہیں جس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہوتا اس لئے عوامی نمائندے بڑی آسانی سے مکر جاتے ہیں اور باز پرس کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ یہ میڈیا کا کام ہے کہ وہ باز پرس کریں۔ اس لئے آپ لوگوں نے جو سلسلہ شروع کیا ہے یہ قابل ستائش ہے۔ آپ کے پاس کم از کم ریکارڈ تو موجود ہے گا۔ جو آگے چل کر تاریخ کا حصہ بن جاتا ہے۔ اور تقریر و تحریر میں بھی یہی فرق ہے۔